

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



آج

آپ سید احمد شہید کی
دعوت کے امین
بنائے جا رہے ہیں

(جلسہ دستار بندی کی تقریر)

ان حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على نبينا محمد
عبيده ورسوله واهل بيته وذرياتہ واهل بيته اجمعين
ومن اتبعهم باحسان ودعا بدعوتهم الى يوم الدين
اعوذ بالله من الشيطان الرجيم، ثم اردنا الكتاب الذين
اصطفينا من عبادنا فمنهم ظالم لنفسه ومنهم مقتصد
منهم ساجد بالخيرات باذن الله -

میں دو باتیں بتانا چاہتا ہوں، ایک تو یہ کہ بچپن سے بلکہ یوں کہنا چاہیے

کہ گھٹی میں، جن لوگوں کے نام محبت و عظمت کے ساتھ پڑے، اور یہ
 کوئی مالقیہ نہیں کہ واقعی گھٹی میں پڑے، ان میں حضرت سید احمد شہید
 اور ان کے یاران بالحق، مجاہدین باصفاء کے علاوہ کہ یہ تو گھر کی چیز ہے
 حضرت مولانا ابو محمد ابراہیم صاحب کا نام ہے اور جب پڑھنے لکھنے لگا تو
 مولانا عبدالغفر صاحب کا نام اس میں شامل ہوا، حضرت مولانا ابو محمد ابراہیم صاحب
 کا ہمارے خاندان سے بڑا قریبی تعلق رہا ہے، ہمارے جدِ مادری سید ضیاء الدینی
 جو حضرت سید صاحب کے سلسلہ کے آخری بزرگوں میں سے صاحب نسبت و
 صاحب باطن تھے، ان کے پاس وہ آیا کرتے تھے اور خود میرے گھر میں جو
 انقلاب آیا، وہ حضرت مولانا ابراہیم صاحب کی تقریر سے آیا۔ میری والدہ
 سناتی تھیں کہ ہمارے خاندان میں جدید تعلیم کا رواج تھا۔ میرا دادی ہال
 الحمد للہ خالص مولویوں کا خاندان ہے، اور اس میں جائیداد و زمین نہ ہونے
 کے برابر ہے لیکن میرے نایاں ہال کا بڑے زمینداروں میں شمار ہوتا تھا اور
 اگرچہ بزرگوں کے اثرات چلے آ رہے تھے، لیکن پھر بھی ہر چیز اپنا ایک
 اثر رکھتی ہے، اذا ثبت الشئ ثبت بلواؤہ، زمینداری آئی
 اور بڑی زمینداری آئی، اور میں یہ بھی عرض کر دوں کہ اس کا شجرہ نسب
 بہار سے جا ملتا ہے، اور آپ ہی کے قریب کے ضلع مظفر پور سے ملتا ہے
 میرے جدِ مادری، میری والدہ کے حقیقی دادا مولوی سعید الدین صاحب
 رائے بریلوی جو سید صاحب سے بہت کا تعلق رکھتے تھے، وہ یہاں ہے،
 انہوں نے وکالت کی احتیاط کے سبب اس زمانہ میں ممکن تھی، اس سے جائیداد

پیدا کی منظر پور میں، میں جب منظر پور سے گزر رہا تھا، مجھے بچپن سے یہ بات معلوم تھی تو وہ یاد تازہ ہو گئی، میں نے منظر پور کا نام مشروع سے سنا تھا تو زمینداری کے سوا دپڑے لیکن مولانا ابراہیم کی تقریر سے دنیا بدل گئی۔

مولانا ابو محمد ابراہیم صاحب ان لوگوں میں تھے جو عمل بالحیث کے ساتھ تعلق مع اللہ اور نسبت باطن رکھتے تھے اور یہ خصوصیت خاندان صادق پور کی ہے، اور صادق پور کا سلسلہ سید صاحب کی تحریک سے جاملتا ہے۔

حضرت سید صاحب کی تحریک چار چیزوں کی جامع تھی۔

- ① توحیدِ خالص ”اللہ الدین الخالص“
- ② اتباع سنت - آپ پڑھیے مولانا ولایت علی کے حالات، مولانا یحییٰ کے حالات، اولیائے متقدمین کے حالات، آپ کو نظر آئیں گے تزکیہ نفس اور تقویٰ کا تذکرہ جو آپ کتابوں میں پڑھتے ہیں ان کی زندگی میں آپ کو نظر آئے گا۔ میں سچ کہتا ہوں، ان کی سیرت پڑھنے سے آپ کی نمازوں کی کیفیت بدل جائے گی، میں نے خود اس کا بار بار تجربہ کیا ہے۔
- ③ نسبت مع اللہ، دوام ذکر اور خدا کے ساتھ ہر وقت تعلق۔

④ اعلاء کلمۃ اللہ جو اگر کبھی جہاد یا سیف کا تقاضا کرے تو جہاد یا سیف جہاد و قتال میں جو نسبت ہے عموم و خصوص کی، اہل علم جلتے ہیں قتال انحصار ہے جہاد سے، جہاد کبھی کبھی قتال کی نوع میں ظاہر ہوتا ہے، اس وقت

وہی افضل جہاد ہوتا ہے لیکن جہاد اس سے وسیع ہے وہ بغیر سیف کے بھی ہوتا ہے اور مدتوں ہوتا رہتا ہے، یہ سب جہاد میں شمار ہوتا ہے غرض ان چار چیزوں کی مجموعہ تھی، سید احمد شہیدؒ کی جماعت۔

میں نے دیوبند کے جشن صد سالہ میں الفاظ کے تھوڑے اختلاف کے ساتھ یہ بات کہی کہ ان جماعتوں کو جن کا تعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ کی جماعت سے ہے اور حضرت سید صاحب کی جماعت سے، خواہ وہ جماعتیں اہل حدیث حضرات کی ہوں، یا اس میں سے ہوں جو اپنے آپ کو دیوبندی کہلاتے ہیں، ان سب جماعتوں کو ہمیشہ یہ احتساب کرتے رہنا چاہیے کہ ہم اس سے منحرف تو نہیں، یا خدا نخواستہ ہم اس سلسلہ میں "افتومنون ببعض الکتاب و تکفون ببعض" کے تو مرتکب نہیں ہو رہے ہیں؟ یا ہم نے ایک جز کو پکڑ لیا اور دوسرے جز کو چھوڑ تو نہیں دیا؟ یہ اسلاف کی امانت ہے، اور خدا کا شکر ہے کہ اس وقت کی پیش کی گئی رپورٹ میں اس کی طرف بلیغ انداز میں اشارے بھی کیے گئے، تو میں ایک بات عام جماعتوں سے یہ کہتا ہوں کہ سید صاحبؒ کی جماعت کی یہ جو چار خصوصیات تھیں، توحید خالص اور اتباع سنت کا خاص رنگ یعنی احادیث کا تتبع اور ان پر عمل کرنے کی کوشش، اس میں آپ میں اور متبعین سنت کے دوسرے گروہوں میں لون کا تھوڑا سا فرق تو ہو سکتا ہے، اجتہاد کا فرق تو ہو سکتا ہے لیکن یہ سب اتباع سنت کے قائل ہیں، عامل ہیں اور اس کے لیے کوشاں ہیں اور تیسری چیز تعلق مع اہل

یعنی عوام کے تعلق سے کچھ زیادہ تعلق، ایک طرح کا تعلق اور عمومی ولایت ہر مسلمان کو حاصل ہے جیسا کہ محققین اور عارفین کہتے ہیں کہ ہر مسلمان کو ولایت عامہ حاصل ہے، لیکن اللہ کے ساتھ خصوصی ولایت اور اس کے ساتھ محبت جسے قرآن میں کہا گیا ہے: ”رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ“ اور کہا گیا: ”وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ“ یہی چیز عمر بھر اس جماعت کا شیوہ رہیں۔

سُن لیجئے! میں ایک مؤرخ اور اس جماعت کے ایک امین کی حیثیت سے آپ کو بتلا رہا ہوں کہ یہ جو آپ کے اوپر دستار باندھی جا رہی ہے، آپ کی آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ اس کے ساتھ کیا چیزیں بندھ گئیں، اور جو خصوصیات ذکر ہوئیں وہ ساری چیزیں اس دستار کے باندھنے میں آ گئیں، اگر کوئی آنکھ دیکھنے والی ہو تو وہ دیکھ سکتی ہے، وہ ساری چیزیں اس دستار کے تار و پود اور تانے بانے میں ہیں، آپ کو اس دستار کے مشتملات اور مصنفات کی حفاظت کرنی ہے۔ اس دستار کے بندھنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آپ بالکل فارغ ہو گئے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان چاروں چیزوں کے لیے آپ کو پوری زندگی وقف کرنی ہے، اور انہیں زندہ کرنا ہے، انہیں چاروں چیزوں کے ساتھ اللہ کا وہ مقبولیت کا معاملہ تھا، انہیں خصوصیات کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کے متبعین میں وہ تاثیر اور کیمیا اثری رکھی تھی کہ لوگ حیران رہ جاتے تھے۔

میں ابھی مدراس گیا وہاں ”الذکر الجملی فی کوالیت السیّد محمد علی الرامپور“

کا ایک نایاب نسخہ مجھے ملا، حضرت مولانا سید محمد علی صاحب، سید صاحب کے کبار خلفاء میں سے تھے۔ میں پڑھ کر حیران تھا کہ یا اللہ کسی تاثیر علی حقّی حضرت سید صاحب کو اور ان کی جماعت کے متبعین کو، اللہ اکبر کلمہ نہیں نکل رہا ہے، انتقال ہو رہا ہے، سارا گھر پریشان ہے، کوشش کی جا رہی ہے اور کلمہ نہیں نکل رہا ہے زبان سے، حضرت مولانا سے ذکر کیا، انہوں نے کہا کہ گھبرائیے نہیں میں ابھی چلتا ہوں، بدعتیوں کا گھر ہے آپ کے ساتھ بہت برا معاملہ کیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا کوئی بچہ ہے اس گھر کا، اس کو بلا دیجئے، بچے کو بلایا، اور کہا کہ دیکھو، سر ہاتے کھڑے ہو کر یہ الفاظ کہو، ان الفاظ کا کہنا تھا کہ زور زور سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ، کہنے لگے، سارا گھر گونج گیا، لوگ حیران تھے کہ کیا وجہ ہے؟ لکھا ہے کہ جو لوگ وہاں تھے کہنے لگے کہ دیکھو جو لوگ صحیح سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں ان کا خاتمہ کس طرح ہوتا ہے دیکھو ہم اس طرح کلمہ پڑھتے ہیں، ہم اس طرح ایمان کی دعوت دیتے ہیں جیسے ایک ہوا چل گئی ہے۔ انقلاب آ گیا، معاصی سے نفرت بدعات سے اجتناب، ابھی شرک سے توبہ کی ہے ابھی ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے، اور ان کی آن میں شرک سے ایسی گھن آنے لگی کہ جو کسی گندی سے گندی چیز سے آتی ہے۔ یہ سب چار چیزوں کے اجماع کا اثر تھا اور اصل بات یہ کہ اللہ کو ان سے کام لینا تھا۔

تو عزیزو! ایک بات تو یہ ہے کہ اس دستار کا یہ مطلب نہیں کہ

پڑھنے پڑھانے بیٹھ جاؤ، بلکہ ان خصوصیات کو پوری ملت اسلامیہ کی طرف منتقل کرو میں دینی جماعتوں اور ان کی تاریخ اور ان کی تاثیر سے بیگانہ نہیں ہوں۔
 بہت دیکھے ہیں میں نے مشرق و مغرب کے مینا

میں نے بہت سی جماعتیں دیکھی ہیں، لیکن واللہ اس جماعت حبیبی تاثیر میں نے کہیں نہیں دیکھی، یہ تاثیر اور قبولیتِ توحیدِ خالص، اخلاص اور اتباعِ سنت کا کرشمہ تھی، عزیزو! تم اس کی کوشش کرو کہ اس کا کوئی حصہ تمہیں بھی ملے کہ ”اس مینخانہ کا محروم بھی نہیں ہے“ ان کی محبت اور ان کے مشن کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے یہ جتنے مدرسے او مسلك ہیں، یہ پڑھنے پڑھانے کے کارخانے نہیں ہیں حضرت سید سلیمان ندوی نے مولانا گیلانی سے کہا تھا کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ حضرت مولانا نو توئیؒ نے اس مدرسہ کو پڑھنے پڑھانے کے لیے قائم کیا تھا۔ یہ چھاؤنی تھی چھاؤنی جب ۱۸۵۷ء میں ہم نے سیاسی طور پر شرکت کھائی، تو ہم نے اس کی تلافی کے لیے قلعے بنائے، یہاں سے تیار ہو کر فوج نکلے گی جو ملتِ اسلامیہ کو بچائے گی، جو زمین قبضہ سے نکل گئی ہے وہ زمین واپس لائے گی۔ باتیں تو کہنے کی بہت سی ہیں لیکن میں آپ سے خاص طور پر ایک بات کہنا چاہتا ہوں، خدا کرے کہ اپنے اصلی اور صحیح رنگ میں سمجھی جائے وہ یہ کہ ہر دور میں جاہلیت اپنے آشیانے بناتی ہے، کبھی شرک

اپنا آشیانہ بنا رہا ہے، لیکن اس زمانے کے اہل نظر پر اللہ تعالیٰ یہ بات
منکشف کرتا ہے کہ جاہلیت کی چڑیا اس آشیانہ میں چھپی ہوئی ہے
جیسا کہ قصوں میں کہا جاتا ہے کہ فلاں جن کی روح چھپی ہے اس چڑیلے کے
اندر جو سات قلعوں کے اندر ہے، پھر ان قلعوں کے بعد ایک آشیانہ
ہے اور اس آشیانہ میں ایک چڑیا ہے، اس کے اندر جن کی روح چھپی
ہوئی ہے، اس طرح، جاہلیت کبھی کبھی کسی چیز کو اپنا ہدف اور نشانہ
نالیستی ہے اور اس میں چھپ جاتی ہے، اور ابتلائے عام ہوتا ہے کہ
لوگ اس کے شکار میں آ جاتے ہیں، جیسا کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کوئی
ایسا درخت تھا جس سے لوگوں کے عقائد خراب ہو رہے تھے اور وہ
شُرک کا مظہر بن گیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس کو کٹوا دیا، یہاں تک
کہ دل پر پتھر رکھ کر بیعت رضوان کے درخت کو کٹوایا اور توحید کا
تقاضا سمجھا، اور جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ طائف کا وہ بُت جسے لوگ
گرانے سے ڈر رہے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
منیرہ بن شعبہؓ کو گرانے کے لیے بھیجا، اور کہا کہ مجھے اس کے گرانے کی
بشارت دینا، چنانچہ انہوں نے ایسا کیا، اسی طرح سے ہر زمانہ میں
کچھ بُت ہوا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جن سے کام لینا چاہتا ہے ان کی
نگاہیں کھول دیتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے زمانہ میں حدة الوجود
کی شکل اختیار کر لی تھی، ہمہ اوست کی جو آخری شکل ہو سکتی ہے حضرت
مجدد صاحبؒ نے اس کو ہدف بنایا اور اس کو کمر در کر کے دم لیا، اس

وقت سے وہ اپنی طاقت کھو چکا ہے۔ بدعاتِ حسنہ کا ایک فتنہ تھا جس چیز کو چاہا کہہ دیا کہ یہ بدعتِ حسنہ ہے اور یہ کہ صاحبِ بدعت کی دو قسمیں ہیں (۱) بدعتِ سیئہ (۲) بدعتِ حسنہ، حضرت مجددِ صاحب نے کہا کہ جب اللہ کے رسولؐ نے کہا کہ ”کل بدعة ضلالة“ تم کون ہوتے ہو کہ یہ کہو ”بعض البدعة حسنة و بعض البدعة سيئة“ انہوں نے کہا کہ مجھے صاف نظر آتا ہے کہ بدعتِ دافعِ سنت ہے، بدعتِ آتی ہے تو اپنی جگہ بنا لیتی ہے اور سنت کی جگہ لے لیتی ہے۔ اسی طرح سے حضرت شاہ دلی اللہ کا دور آیا تو انھوں نے اور حضرت سید صاحب کا دور آیا تو انہوں نے بھی دیکھا کہ ان ان بدعتوں میں شرک پناہ لے رہا ہے، اور ان ان جگہوں سے لوگوں کے عقائد خراب ہو رہے ہیں، وہ جاہلیت میں مبتلا ہو رہے ہیں، اور فوراً ان پر پوری ہنر لگائی۔ ایک عام بات تو یہ دیکھی کہ بہار اور ملکنہ میں جگہ جگہ امام باڑے گر لے جاتے تھے اور اسی کا پلاؤ کھلایا جا رہا تھا، ان حضرات نے تعزیرے کی کچھیموں سے کمر بند ڈالنے والی لکڑی کا کام لیا، کوئی پوچھے کہ صاحب ان باتوں سے کیا فائدہ؟ فائدہ یہ کہ یہ حضرات سمجھتے تھے کہ اس وقت اشارہ الہی کیا ہے، اور اس وقت کا فتنہ کیا ہے، پھر ایک وقت وہ آیا جب معقولی علماء اور اطرافِ لکھنؤ کے بعض فقہاء نے کہا کہ حج کے بارے میں قرآن میں ہے ”من استطاع اليه سبيلاً“ شرط یہ ہے امن ہو راستہ کا، امن نہیں ہے سمندر کا سفر ہے، بادبانی جہازوں میں، اور ان پر

پرتگیزی حملہ کرتے ہیں۔ اس لیے اب ہندوستانی مسلمانوں کے ذمہ سے حج ساقط ہو گیا۔ اس فتنہ نے اتنا طول کھینچا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے پاس لکھنؤ کی سرحدوں سے مفتی فیض الدین صاحب نے خط بھیجا، اُد میں نے اس کا جواب پڑھا ہے کہ صاحب یہاں دو آدمی آئے ہوئے ہیں، ایک کا نام مولانا عبدالحمید صاحب ٹرہانوی ہے اور دوسرے کا نام مولوی اسماعیل دہلوی ہے، یہ لوگ یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ حج کی فرضیت اسی طرح قائم ہے، اور ہم کیا کریں؟ یہ لوگ کس پائے کے ہیں، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے بڑے جوش میں آ کر تحریر کیا ہے کہ مولوی عبدالحمید تو شیخ الاسلام ہیں اور مولوی اسماعیل صاحب حجتہ الاسلام ہیں اور ان دونوں کو مجھ سے کسی چیز میں کم نہ سمجھو، اور فقہ و حدیث میں یہ لوگ بالکل میرے مساوی درجہ کے ہیں اور ان کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کا مجھ پر بوج احسان ہے، اس کا میں شکر نہیں ادا کر سکتا اور یہ لوگ جو کچھ کہیں تم اس کو اختیار کرو اور وہی شریعت کا حکم ہے۔ پھر سید صاحب نے اعلان فرمایا کہ ہم حج کو جاتے ہیں، پیسہ وغیرہ کچھ پاس نہیں تھا جب مذی پارکی ہے تو گیارہ روپے تھے، اپنے بھانجے سید عبدالرحمن سے جو خادم تھے پوچھا کہ عبدالرحمن کتنے روپے ہیں؟ کہا کہ گیارہ روپے، کہا کہ جاؤ اعلان کرو، جس کا جی چاہے چلے، خرچ کے ہم ذمہ دار ہیں لیکن محنت بھی کرنی پڑے گی، پیسہ جب ختم ہو جائے گا تو ہم مزدوری کریں گے لیکن حج کو ضرور جائیں گے، چاہے کتنے سال لگ جائیں، تو سات سو کے

قریب آدمی جمع ہوئے، حضرت سید صاحبؒ نے، شاہ اسماعیل شہیدؒ اور
 مولانا عبدالحی صاحبؒ سے خط لکھوائے۔ سہارنپور وغیرہ سب جگہ خط
 لکھوائے اور مولانا عبدالحی صاحبؒ کی اہلیہ آئیں، شاہ اسماعیل شہیدؒ کے
 بھی اعزہ آئے اور حالت یہ کہ اس وقت صرف گیارہ روپے موجود ہیں
 ہمارے گھر کے سامنے جو ندی بہتی ہے جب اس کو پار کیا ہے تو پوچھا
 کتنے پیسے ہیں۔ کہا گیارہ روپیہ، کہا اچھا یہ بھائی جو پہنچانے آئے ہیں ان
 کو نصرت کر دو، پھر اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی ہے
 تو بھائی اگر معتبر ذرائع نہ ہوں اور تو اتر کے ساتھ وہ بات نہ پائی گئی ہوتی تو
 آدمی کا یقین کرنا مشکل، بعض بعض شہر تو ایسے تھے کہ وہاں یہ سمجھا جاتا
 تھا کہ وہاں کوئی مسلمان بیعت سے خالی نہیں، یہاں تک کہ اسپتال کے
 مریضوں تک نے کہلایا کہ ہم تو محروم رہے، یہاں تشریف لائے اور
 ہمیں بیعت و توبہ کرائیے، اور کھانے کی حالت یہ تھی کہ الہ آباد میں اتنا کھانا
 بچتا تھا اور گنگا میں اس قدر کھانا ڈالا جاتا تھا کہ وہاں برہمن جو نہلنے
 جاتے تھے، ان کے نہانے کا مسئلہ پیش آگیا کہ نہائیں کیسے؟ سارا کنارہ
 سرخ ہو گیا اور تیل اور گھی بہتا ہوا نظر آتا تھا، انھوں نے اس وقت
 حج کیا، کہیں مزدوری کی ضرورت پیش نہ آئی، انہوں نے اس وقت انتخاب
 کیا کہ اگر اس میں تساہل برتا گیا تو حج میں روز بروز سستی آنا شروع
 ہو جائے گی اور حج کا فریضہ بالکل معطل ہو کے رہ جائے گا انہوں نے
 اس کی فرضیت کا فتویٰ دیا، اعلان کر دیا، گیارہ جہاز کلکتہ سے کرایہ کیے

اور یہ سات سو آدمیوں کا قافلہ وہاں سے گیا اور حج کر کے آیا، ہمارے علم میں اجتماعی طور پر حجب سے اسلام آیا اتنا بڑا حج نہ کسی بادشاہ نے کیا تھا اور نہ کسی شیخِ طریقت نے اور نہ کسی عالمِ دین نے، اور مملکت میں یہ حال ہوا کہ شراب خانے جو تھے ان کی بکری بند ہو گئی۔ انہوں نے شکایت کی کہ ایک بزرگ آئے تھے، ان کی وجہ سے مسلمانوں نے شراب پینی چھوڑ دی ہے، ہم رات تک تکتے رہتے ہیں کوئی بھول کر نہیں آتا۔ پھر ایک وقت آیا کہ سید صاحب نے محسوس کیا کہ ایک بڑی کمزوری پیدا ہو گئی ہے کہ ۲۵ برس کی عمر میں، ۳۰ برس کی عمر میں عورت میوہ ہو گئی اور اب وہ پوری عمر اسی طرح گزار دے گی۔ سید صاحب نے میوہ کی شادی پر اُبھارا۔ مجھے ان کے نام معلوم ہیں جنہوں نے عقد ثانی کی تہمت کی، سندھوستان چھوڑ کر چلا جانا پڑا، حجاز ہجرت کر گئے۔ شریعوں کے خاندان کے خاندان، علماء کے خاندان کے خاندان۔ سید صاحب نے خود کہا کہ مجھے کوئی ضرورت نہیں، لیکن میں اپنی بیوہ بھادرج سے نکاح کرتا ہوں، مولانا عبدالحی بڑھانوی صاحب نے مسجد میں وعظ کیا اور کہا کہ سید صاحب کے ذریعہ ساری سنتیں زندہ ہو رہی ہیں، صرف ایک سنت رہ گئی ہے، سید صاحب ایسے جھک کر بیٹھ گئے۔ کہنے لگے کہ آپ فرمائیے میں ابھی شروع کرتا ہوں، اور باہر نکلے اور گھر میں جا کر اسی وقت کہا او نکاح کیا اور اس کے بعد خطوط لکھے، اور اس کے بعد یہ سنت زندہ ہو گئی۔ یہ سنت اس وقت بھی زندہ نہیں ہے، لیکن الحمد للہ مردہ بھی

نہیں ہے، اور اب عار کی بات نہیں سمجھی جاتی، جیسا کہ پہلے سمجھی جاتی تھی
ایسے میں جب مولانا محمد علی صاحب لاہوری مدراس گئے، تو معلوم ہوا کہ یہاں
کے مسلمان (بھائی صاحب یہاں میں کوئی سیاسی بات نہیں کہہ رہا ہوں محض
ایک تاریخی واقعہ سن رہا ہوں، کوئی صاحب کوئی اور بات ملحوظ نہ رکھیں)
گائے کا گوشت کھانے سے بہت بچتے ہیں کہ گوشت کھانے سے فلاں
دیوتا ناراض ہو جائے گا اور اس کی وجہ سے گھر میں کوئی موت ہو جائے گی
بے برکتی ہوگی، کوئی مسلمان گائے کے گوشت کو ہاتھ نہیں لگاتا تھا، جو
لوگ آپ کے وعظ سنتے تھے ان کے مواعظ سے متاثر تھے اور ان کے
ہاتھ پر بیعت تھے، سب کو دعوت دی اور گائے کے کباب پکوائے، اور
کہا کہ اس کو کھانا ہوگا، کھا کر دیکھو کچھ ہوتا ہے کہ نہیں، اب کوئی علم کہے
کہ صاحب کیا تکلیف بالایطاق ہے، یہ فلاں گوشت کھایا جائے فلاں
گوشت نہ کھلایا جائے، یہ کہاں ہے، فقہ کی کس کتاب میں ہے؟ لیکن
جو صاحب بصیرت ہے وہ سمجھتا ہے کہ یہاں اسے تم حرام کرنے
والے کون؟

اسلام اس وقت تک قائم نہیں ہوتا جب تک پوری شریعت
اور مکمل اسلام پر عمل نہ ہو:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآخَةِ

جس چیز کو اللہ نے جائز کیا، اسے تم حرام کرنے والے کون؟
”لِمَ تَحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ“ بنی اسرائیل نے اپنے آپ کو اپنا

کا گوشت حرام کیا تو اللہ تعالیٰ نے سزا کے طور پر حرام ہی کر دیا۔ میں خود مدرسے ہو کر آ رہا ہوں، سید صاحب بھی بعد میں گئے، کہیں نہیں سنا کہ لوگ گلے کا گوشت کھانے سے ڈرتے ہیں، دل سے وہ خوف نکل گیا، وہ خوف نہیں تھا، شرک جلی تھا، شرک جلی کو ختم کیا۔

میرے عزیزو! اور دوستو! حدیث شریف میں آتا ہے کہ یرث هذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عند تحریف الغالین

وانتقال المبطلین ذناویل الجاہلین۔ تجربہ کے طور پر عام سامعین کے لیے بتاتا ہوں کہ اس علم کے حامل ہر زمانہ کے عادل لوگ ہوں گے۔ مقبول و متوازن لوگ ہوں گے، عدل کا لفظ قرآن و حدیث کی زبان میں بہت جامع لفظ ہے، صرف انصاف کے معنی میں نہیں، اس کے حامل ہوں گے ہر زمانہ کے عدول جو اس سے دور کریں گے غلو پسند لوگوں کی تحریف کو، اور باطل پرستوں کی غلط نیت کو اور دعووں کو، اور جاہلوں کی نادلیات کو، ہر زمانہ کے علماء کا فرض ہے کہ اپنے زمانہ کے ان اشیاء نو کو تلاش کریں جہاں جاہلیت اور کفر پناہ لے رہے ہیں اور اس پر خاص طور پر ضرب لگائیں، یہ وقت کا جہاد ہے، وقت کی تبلیغ ہے اور انبیاء علیہم السلام کی نیابت ہے، مثلاً آپ کو معلوم ہو جائے کہ فلاں درخت مقدس مانا جاتا ہے اور اس میں کوئی چیز بانڈھ دی جائے، جیسا کہ ہم نے بعض بعض علاقوں میں سنا ہے کہ لوگ عرضیاں لٹکاتے ہیں جیسا کہ شیعوں کے یہاں دستور ہے کہ عرضیاں لٹکاتے

ہیں، کسی درخت پر یا کسی چیز پر، تو اس زمانہ کے حاملین کا یہ فرض ہوتا ہے کہ صاف صاف اس پر تکبر کریں اور صاف صاف عوام کو اس سے آگاہ کریں جیسے سید سالار مسعود غازی کے جھنڈے اور کہیں کچھ ہوتا ہے، کہیں کچھ ہوتا ہے۔

ہم جس سے منسوب ہیں امجد الف ثانیؒ سے لے کر حضرت مولانا عبدالقادر حیلانیؒ اور پھر شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور سید صاحبؒ اور شاہ اسماعیل صاحبؒ ان کا دستور یہی تھا کہ انہوں نے جہاں جہاں لکھا کہ شرک یہاں پر چھپا ہوا ہے، شرک وہاں سے حملہ کر رہا ہے، یا اس نے منفذ بنایا ہے اس نے گوریا زیر زمین ایک سبزنگ بنائی ہے اور ہمیشہ زیر زمین کی ضرورت نہیں ہوتی، بالائے زمین وہ پل بنا دیتا ہے جس کے ذریعے سے وہ چل کر گھروں تک پہنچ جاتا ہے، اور شرک جلی میں مبتلا کر دیتا ہے "کفر لواح" میں مبتلا کر دیتا ہے، شرک کی تو تاویل ہی نہیں ہو سکتی، اس وقت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے (اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا کرے) "تقویۃ الایمان" لکھی، "تقویت الایمان" معولی حالات میں نہیں لکھی، اور اس نے ہلا کر رکھ دیا۔

لوگ تو اب ایسے پیدا ہو گئے ہیں، کہتے ہیں کتاب شاہ صاحبؒ کی ہے ہی نہیں؟ سمجھتے ہیں کہ اس میں شاہ صاحبؒ کی بھی اور مساک کی بھی اور اپنی جماعت کی بھی خدمت ہے کہ چلو چھٹی ملی، بالکل غلط۔ تو اثر سے ثابت ہے کہ وہ کتاب حضرت شاہ صاحبؒ کی ہے اور

ایک ایک لفظ کے وہ ذمہ دار ہیں، اور وہ تو خیر مصنف ہیں، ہم اس کی ذمہ داری لیتے ہیں، ہمارے یہاں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے اتباع سنت اور علم میں بڑھ کر کون ہوگا، سب نے ان کو مان لیا، انہوں نے کھل کر حمایت کی، تقویت الایمان کی، اور ساری ذمہ داری اپنے اوپر لی اور کہا کہ ہم اسی مسئلہ پر ہیں، اس میں جو کچھ ہے سب صحیح ہے، اور ایک بار اپنی مجلس میں کہا کہ مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ دلاکھ (یا کتنے لاکھ بتایا) آدمی کے عقائد اس کتاب سے درست ہو گئے اور ان کی اصلاح ہو گئی، اس کے بعد کچھ ہوا ہو کوئی نہیں جانتا، تو حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے اسی بصیرت کی بنا پر اور اس کے لیے بصیرت تو کیا بصارت بھی کافی ہوتی ہے، کھلی آنکھوں دیکھ رہے تھے کہ کیا ہو رہا ہے۔ منارات پر کیا ہو رہا ہے، ہندوستان میں کیا ہو رہا ہے درگاہوں پر کیا ہو رہا ہے، لوگ کیسے کیسے عقیدے لیے ہوئے بیٹھے ہیں، جو کھلا ہوا شرک ہے تو تقویت الایمان لکھی، کسی نے کہا کہ بتدریج لکھئے، کہنے لگے کہ میں جہاد میں جا رہا ہوں اور اگر مجھے اطمینان ہوتا کہ میں وہاں سے زندہ بچ کر آؤں گا تو میں اس کو تدریج کے ساتھ بیان کرتا اور اس کو ہلکا کرتا، لیکن مجھے کہ اس کا بھروسہ نہیں، اس لیے میں تو سب ایک مرتبہ کہہ دینا چاہتا ہوں اور مکہ دینا چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ نے اس کتاب سے جتنا فائدہ پہنچایا، میرے علم میں بہت کم اس طرح کی کتابیں ہیں جن سے اتنا فائدہ پہنچا ہو، یہ آپ لوگ

سمجھیں اچھی طرح۔

اب میں آپ سے کہتا ہوں کہ کسی طریقہ سے جس راہ سے شیطان حملہ کرے، عام آبادی پر اور مسلمانوں پر، اور جس میں وہ کامیاب ہو جائے، اور ایسا کامیاب ہو کہ دیندار لوگ بھی اس کے زخم خوردہ ہوں تو عزیمت کا کام یہ ہے کہ اس زمانہ میں اس کا انتخاب کر کے اس کے خلاف صف آرا ہو، ہمارے بزرگوں کا معاملہ یہ ہے کہ وہ صف آرا ہو جاتے تھے، وہ اعلان کے ساتھ میدان میں آتے تھے، اور کہتے تھے تمہیں جو کرنا ہے کرو ہمیں تو یہ کرنا ہے، ہمیں تو یہ ہم چلانی ہے۔ اب میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ ان چیزوں کو تلاش کریں ان چیزوں میں سے ایک چیز تو اس وقت بہت زیادہ عام اور ایسی ہو گئی ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ علماء میں نہیں بلکہ اللہ نے جن کو ذرا بھی توفیق عطا فرمائی ہے ان کو کم سے کم برأت الذمہ کے لیے اللہ کے یہاں جواب دہ نہ ہوں، ان کے خلاف کچھ نہ کچھ آواز اٹھانی چاہیے۔ وہ ہندوستان کا فتنہ ہے بہار میں وہ خاص نام سے جانی جاتی ہے اور شاید میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ یہاں زیادہ ہے لیکن یہاں بھی بہت ہے، اور وہ ہے جس کو تلک کہا جاتا ہے اور بہار کے مسلمان اس کو سلامی کہتے ہیں، میں آپ سے صاف کہتا ہوں، وہ چیز ہے جس میں شیطان نے قلعہ بنایا ہے، شیطان نے انڈے اور نیچے دیے ہیں اس آشیانے کے اندر، اور یہ غضب الہی کو بھڑکانے والی چیز ہے۔ ایک

شرف گھرانے سے، ایک محصوم بے گناہ عورت کے دل سے اگر آہ نکل گئی کہ یا اللہ جس مسلک میں اتنے علماء ہوں، اتنے مصنف ہوں، اتنے باحیثیت مسلمان ہوں، وہاں یا تو ہماری جوانی ختم ہو، ہمارے والد، ہمارے ماں باپ منہ دکھانے کے قابل نہ ہوں، یا زہر کھا کر مرجائیں یا ہم گناہ میں مبتلا ہوں، اس کے سوا کوئی راستہ نہیں، آج وقت کا جہاد یہ ہے کہ سب سے پہلے تو یہ کہ بے تکلفی معاف، پہلے تو میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ میں سے اکثر کی شاید شادیاں نہ ہوئی ہوں، اگر بہت چھوٹی عمر میں شادیاں ہو جاتی ہوں، تو میں معافی چاہتا ہوں، لیکن اگر یہ نہیں ہے تو کم از کم ایک تعداد آپ کے یہاں ایسی نکلے گی جو ابھی اس مرحلہ سے گزری نہ ہوگی، پہلے آپ نمونہ قائم کریں، صاف کہہ دیں کہ ہمیں کچھ لینا دینا نہیں، ہم نمونہ قائم کرنا چاہتے ہیں، ہم بالکل سنت نبویؐ کے مطابق نکاح کرنا چاہتے ہیں۔

ہمارے خاندان میں (اللہ کے فضل سے ہمارے خاندان کو بہت کچھ ملا تھا) متعدد ایسے واقعات ہیں حضرت سید کے لوا سے سید محمد عمران لڑکے کی مسجد میں کھڑے ہوئے کہ صاحبو! ذرا ٹکڑا دو، محمد یوسف کا کسی بیٹے یا بھتیجے کا نام لیا، اس کا نکاح ہونے والا ہے، کسی کو خبر نہیں ہے، عزیزوں کو، خود گھر والوں کو خبر نہیں ہے، کوئی جوڑا بھی پہن کر نہیں آیا، خود نکاح پڑھایا، اس کے بعد رخصتی ہوئی، اور دو چار دس بیس آدمیوں کو بلا لیا ولیمہ کے لیے، بار بار ایسا ہوا ہے

حضرت سید صاحب کی جماعت میں تو ایسے بہت سے واقعات ہیں۔ حافظ محمد ولی صاحب سے جناب وجہہ الدین صاحب نے کہا کہ آپ کا بھتیجا اتنا بڑا ہو گیا ہے، آپ کی لڑکی کی بھی کافی عمر ہو گئی ہے، تو شادی ہو جائے، انھوں نے کہا بہت ٹھیک ہے، کہا کب، کہا اس جمعہ کو ہو جائے۔ اعلان ہو جائے، کچھ نہیں سب کام چپ چاپ ہو گیا، دہلی میں سیرت کی تقریر سنتی، کافی مجمع تھا میں نے مسلمانوں سے کہا آپ اس اُمت میں ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ - (الأنفال ۳۲)

ہم اس قابل نہیں، ہم خاک پاکی طرح بھی نہیں، لیکن یقیناً ہم اس نبی کی اُمت ہیں جن کے وجود گرامی کے ساتھ عذاب نہیں آ سکتا، جب تک آپ اس دنیا میں ہیں، آج آپ اس ناسوتی دنیا میں نہیں ہیں لیکن، ان کی اُمت تو ہے۔ اتنی بڑی تعداد میں جس ملک میں اُمت موجود ہو تو اس میں ایسا اندھیرہ ہو رہا ہے، اس میں ایک ایک ماہ میں ایک سو اتنی لڑکیاں دلی میں جکلا دی جاتی ہوں، یہ میں نے قومی آواز میں پڑھا، جو کانگریس کا اخبار ہے اور سارے ہندوستان میں ہو رہا ہے، ابھی کل ہی میں نے انگریزی اخبار میں جہاز پر آتے ہوئے پڑھا کہ مہاراشٹر میں کسی کی ماں کو پھانسی دے دی گئی کہ کسی نوجوان نے اپنی ماں یا باپ کی مدد سے بیوی کو جکلا دیا، کیوں؟ اس لیے کہ اس کو ٹر نہیں ملا، موٹر نہیں آیا، تم جینے کے قابل نہیں ہو

تم کو مار ڈالیں گے، تم نکل جاؤ، گلا گھونٹ دیں گے، اللہ تعالیٰ کیسے اس کو پسند فرما سکتا ہے، اس کے خلاف ہم چلانے کی ضرورت ہے اور اگر آپ فارغین یہ طے کر لیں کہ ہم اپنے علاقہ میں یہ ہم چلائیں گے۔ عہدہ لو، قسمیں لو، حلف لو، قرآن مجید ہاتھ میں دو، جو بھی ذریعہ ہو سکتا ہے مسلمانوں کو متاثر کرنے کا کہ ہم نہ مانگیں گے نہ ہم دیں گے، اور کم سے کم نوجوان یہ طے کر لیں کہ ہم اپنے والدین سے کہہ دیں کہ اگر آپ کرتے ہیں تو ہمیں قبول نہیں، اور جب تک محفل نکاح میں ہم "قبلت" (قبول کیا) نہ کہیں نکاح ہی نہیں ہو سکتا، ہمیں قبول نہیں، آپ چاہیں کریں ہم ایسے نکاح کو قبول نہیں کرتے۔

یہ وقت کا فتنہ ہے، ہمارے مدارس اصل میں اسی کو روکنے کے لیے قائم کیے گئے ہیں، جو ایسی غریمیت والے لوگ پیدا کریں اور باقی کام چلانے والے کام چلاؤ آدمی تو سب درس گاہوں میں پیدا ہوں گے، یہ کام سے کرنے کا، مسلمانوں ہی سے نہیں، اپنے غیر مسلم بھائیوں سے بھی، اس ملعون رسم کو چھڑائیے۔ اور اللہ تبارک تعالیٰ کی برکتیں کیسے کسی ایسی جگہ پڑنازل ہو سکتی ہیں، جہاں اتنا بڑا ظلم ہوتا ہو۔

وما علینا الا البلاغ المبین

(بشکریہ "ابلاغ" کراچی)

(مارچ ۱۹۸۵ء)